''من میلہ'' از ضمیر جعفری
(سیف الملوک کا منظوم اُردو ترجمہ)

محمود الحسن بزمی، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ پنجابی، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Mian Muhammad Bakhsh is a prominent Sufi poet. His book "Safar ul Ishq" popularly knawn as "Saif ul Maluk" is in the form of Masnavi a poetic form of Punjabi classic poetry. Apparently this is the story of love between Shahzada Saif ul Maluk and Shahzadi Badaee ul Jamal full of enthusiasm, sacrifice, struggle and expeditions to achieve goals but with the reference of Mysticism. These are the efforts of a Salik to explore the Manazel-e-Salook (different stages in Mysticism). Mr. Zameer Jaffery a well known literary figure had beautifully translated some selective Punjabi verses of Saif ul Malook into Urdu verses. This article presents a research based critical view of Mr. Zameer Jaffery's book "Man Maila". He tried to familiarize Urdu readers with Punjabi wisdom and thoughts.

کلاسیکی پنجابی شعراء میں دو شاعر ایسے ہیں جنہوں نے اپنی شہرہ آفاق مثنویوں کی بناء پر عدیم المثال شہرت سمیٹی ہے وہ ہیں ''ہیر'' کے خالق وارث شاہ اور ''سفر العشق'' المعروف بہ ''قصہ سیف الملوک'' کے مصنف میاں محمد بخش۔ میاں صاحب عملی صوفی ہونے کے ساتھ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے سیف الملوک کے علاوہ انہوں نے قصہ سخی خواص خاں، قصہ مرزا صاحباں، قصہ سوہنی مہینوال اور قصہ شریں فرہاد وغیرہ بھی تصنیف کیے لیکن قبول عام اور شہرتِ دوام ''سیف الملوک'' کا مقدرّ بنا۔

سیف الملوک انسانی جذبات و احساسات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے اس میں رنج و الم، غم و غصہ، صلح و لڑائی، محبت و نفرت، حسن و عشق، شکوہ و شکایت، راحت و مصیبت، ایثار و قربانی، حرص و ہوس غرض انسانی زندگی کا کوئی پہلو بھی ان کی نظر سے اوجھل نہ رہا۔ انہوں نے ''عشق'' کو ایسا گوہر و جوہر قرار دیا ہے جو انسان کو ہمیشہ کچھ کر گزرنے کی مہمیز دیتا ہے تحرک و تبدّل کی جوت جگاتا ہے اور پھر وہ مرحلہ آتا ہے کہ انسان ایک مقصد حیات متعین کر کے زندگی داؤ پر لگا دیتا ہے منزل پر پہنچ جائے تو قابل قدر ہوتا ہی ہے ناکام رہ کر بھی اَمر ہو جاتا ہے بلکہ زیادہ محترم و معزز ٹھہرتا ہے۔ اس قصے میں انسانوں کی ہمرکابی کیلئے جن پریاں بھی تیار نظر آتے ہیں۔ اچھوتی کردار نگاری اور متاثر کن منظر نگاری نے قصے کو اُجاگر کرنے میں زبردست کردار ادا کیا ہے پنجابی

زبان کی دانش وحکمت، متصوفانہ موضوعات، لہجے کی تاثیر اور مٹھاس غرض تمام معنوی وفکری خوبیوں کی حامل ''سیف الملوک'' پڑھنے والوں کے دلوں کو گرماتی ہے۔

دیگر پنجابی کلاسیکی صوفی شعراء کے منظوم اُردو تراجم کی طرح میاں محمد بخش کے کلام کے منظوم اُردو تراجم کی طرف بھی اہل فکر ونظر نے توجہ کی ہے ان کے کلام کے منظوم تراجم جزوی طور پر بھی ہوئے ہیں اور کتابی صورت میں بھی۔ جزوی ترجمہ نگاروں میں شفقت تنویر مرزا، شریف کنجاہی، شفیع عقیل اور شان الحق حقی جبکہ سرور مجاز اور ضمیر جعفری کے منظوم تراجم کتابی صورت میں چھپے۔ اُردو دان طبقہ کو پنجابی صوفیانہ شاعری سے متعارف کروانے کی یہ کوششیں قابل تحسین ہیں۔

میں نے زیرِ نظر مضمون میں اُردو زبان کے مشہور ومعروف شاعر ضمیر جعفری کے منظوم اُردو ترجمہ ''من میلہ'' کا فکری و فنّی تجزیہ پیش کرنے کی جسارت کی ہے تاکہ منظوم ترجمہ نگاری میں ان کا مقام ومرتبہ متعین کرنے میں آسانی ہو۔

ضمیر جعفری کے ترجمہ ''من میلہ'' کا تنقیدی وتحقیقی جائزہ لینے کیلئے پنجابی کی مختلف لغات کے علاوہ اصل متن سے موازنے اور تفہیم کیلئے اقبال صلاح الدین کا مرتبہ ایڈیشن ''سیف الملوک'' اور بعض نثری ترجمے سامنے رکھے گئے۔ پنجابی ادبی اکیڈمی نے ۱۹۶۳ء میں ''سیف الملوک'' کا ایڈیشن شائع کیا تھا جس پر کسی مرتب کا نام درج نہیں لیکن اس کے ساتھ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کا مقدمہ ہے اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان کا دیکھا ہوا یا نظرثانی شدہ ضرور ہے پھر اس کی بنیاد پر اقبال صلاح الدین نے ''سیف الملوک'' کو مرتب کیا جو عزیز پبلشرز لاہور کی طرف سے ۱۹۸۴ء میں پہلی بار چھپا۔

ضمیر جعفری کا منظوم ترجمہ ''من میلہ'' پہلی بار ۱۹۸۰ء میں چھپا تھا لہٰذا یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ ان کے سامنے ڈاکٹر فقیر کے مقدمے والا ایڈیشن ہی رہا ہوگا چونکہ ڈاکٹر فقیر والا ''سیف الملوک'' کا ایڈیشن مجھے مل نہ سکا میں نے اس کی بنیاد پر مرتب کردہ اقبال صلاح الدین والے ایڈیشن سے مدد لے کر ضمیر جعفری کے منظوم ترجمے کا جائزہ لیا ہے۔

ضمیر جعفری کا یہ ترجمہ مکمل ''سیف الملوک'' کا منظوم اُردو ترجمہ نہیں ہے۔ ایک طرح سے انتخاب ہے۔ لیکن ترجمہ نگار نے اس انتخاب میں بھی یہ احتیاط رکھی ہے کہ تقریباً ''سیف الملوک'' کے تمام ابواب میں سے اسی ترتیب کے اشعار منتخب کر لیے ہیں اس طرح اس تصنیف کی تلخیص منظوم اُردو ترجمہ کی صورت میں سامنے آ گئی ہے۔ اس انتخاب کے بارے میں ضمیر جعفری لکھتے ہیں:

> ''ظاہر ہے پوری مثنوی کو الف سے ی تک اُردو نظم میں منتقل کرنا میری تاب سے بہت زیادہ تھا۔ ناچار ابیات کا انتخاب کرنا پڑا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ میرا ذاتی انتخاب ہے ...... اس بات کا بھی غالب امکان ہے کہ مثنوی کے کئی ضرب المثل ابیات میری نگاہ سے اوجھل رہ گئے ہوں۔''[۱]

اس ترجمے کے شروع میں فہرست کے بعد ''پہلی بات'' کے عنوان سے ضمیر جعفری کا میاں محمد بخش اور اپنے بارے میں ایک مضمون ہے۔ اس کے بعد دو صفحات پر ''کچھ اس ترجمے کے بارے میں'' ہے۔ ''پہلی بات'' کے آخر میں کسی کا نام درج نہیں لیکن یہ یقینی طور پر ضمیر جعفری ہی کا مضمون ہے کیونکہ اس میں انہوں نے میاں صاحب سے اپنی عقیدت اور شناسائی کے متعدد پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے۔ صفحہ ۱۹ سے منظوم اُردو ترجمہ مع اصل پنجابی متن شروع ہو جاتا ہے۔ ہر باب کا سادے صفحے پر صرف نام اور اس کے بعد اگلے صفحے سے متن پھر اس کے مقابل ترجمہ آتا چلا گیا ہے۔ ابواب کے عنوان کے تحت ضرورت کے مطابق کچھ

وضاحتی نوٹ بھی لکھے ملتے ہیں۔ ''من میلہ'' میں میاں محمد بخش کی ''سیف الملوک'' میں سے کوئی گیارہ بارہ سو منتخب اشعار کا ترجمہ شامل ہے۔ اتنی زیادہ تعداد میں میاں صاحب کے کسی دوسرے ترجمہ نگار نے ترجمہ نہیں کیا۔ آخر میں میاں صاحب کی خدمت میں منظوم ''ہدیہ ضمیر'' بھی شامل ہے۔

ضمیر جعفری کے اس ترجمے کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے اس ترجمے میں بھی دوسرے ترجمہ نگاروں کی طرح جگہ جگہ اشکال نظر آ جاتے ہیں۔ کہیں کہیں متن کے کچھ الفاظ کے معنی نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے ترجمہ غلط ہو جاتا ہے۔ کہیں مہمل اور مبہم ہو جاتا ہے۔ کہیں ترجمہ نامکمل رہ جاتا ہے اور کہیں اپنی طرف سے اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اس ترجمے میں کامیاب ترجمے کی مثالوں کی بھی کمی نہیں ہے بہت سی جگہوں پر ترجمہ نگار اصل متن کے مفہوم کو بہت پر اثر اور بڑے کامیاب طریقے سے بیان کر دیتے ہیں۔

ضمیر جعفری کے ترجمے ''من میلہ'' سے پہلے کچھ غلط اور اصل کے برعکس ترجمے کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ ضمیر جعفری نے اصل متن بھی ساتھ دیا ہے لہٰذا ان کے دیے ہوئے اصل متن ہی سے ان کے ترجمے کا موازنہ کیا جائے گا:

(۱)　پنجابی متن:　مر مر اک بناون شیشہ، مار وٹا اک بھن دے
دُنیا اتے تھوڑے ہندے قدر شناس سخن دے

اُردو ترجمہ:　ہم مر مر کے شیشے جوڑیں، لوگ کریں پتھراو
کم کم، دانا، بینا، پارکھ، جانیں سخن سبھاو۲

اس اُردو ترجمے میں بہت سے اشکال در آئے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اصل کی نسبت صیغہ تبدیل ہو گیا۔ شاعر کہتا ہیں کہ ایک وہ ہیں جو بڑی مشکل سے شیشہ بناتے ہیں یعنی کوئی اہم کام کرتے ہیں۔ اور ایک وہ ہیں جو اسے پتھر مار کر توڑ دیتے ہیں یعنی نقصان پہنچاتے ہیں۔ اب ترجمے میں ملاحظہ ہو کہ ''اک'' کی جگہ پہلے ''ہم'' آیا اور پھر ''لوگ''۔ دوسری بات یہ ہے کہ اصل متن میں ''بناون شیشہ'' ہے یعنی شیشہ بنانا۔ اس کا ترجمہ ''شیشہ جوڑنا'' درست نہیں ہے۔ کسی چیز کو نئے سرے سے بنانا یا تخلیق کرنا اور صرف جوڑنے میں فرق ہے۔

(۲)　پنجابی متن:　یاران باجھ شراب سخن دا، ورتن تے کہ جیوسی
سچا میلا کڈھ محمد، جو پیوسی سو پیوسی

اُردو ترجمہ:　یاراں بنا شراب سخن کی، کیا کوئی برتائے
میلا اجلا روشن کر دے، جو پائے سو پائے۳

اصل متن کے پہلے مصرعے میں ''ورتن'' لفظ کے معنی ہیں، استعمال کرنا تصرف میں لانا جبکہ ترجمے میں اس کو ''برتائے'' کیا گیا جس کے معنی ہیں تقسیم کرنا گویا اس لفظ کے حوالے سے ترجمہ اصل کے برعکس ہو گیا ہے۔ اسی طرح دوسرے مصرعے میں ''پیوسی'' سے مراد ہے ''پینا'' یا پیئے گا۔ لیکن ترجمے میں اس کو ''پائے'' یا حاصل کرنے کے معنوں میں لیا گیا ہے۔ گویا یہ بھی اصل سے مختلف ہو گیا ہے۔

(۳) پنجابی متن: جے لکھ واریں عطر گلابوں دھوییے نت زباناں
نام انہاں دے لائق ناہیں کی قلمے دا کاناں
اُردو ترجمہ: بے شک عطر گلاب سے دھوئیں لاکھوں بار قلم کو
اس اعزاز کا لائق کب کہ اُن کا نام رقم ہو۴؎

شاعر نے کہا ہے کہ اگر ہر روز لاکھ بار بھی گلاب کے عطر سے زبانوں کو دھوئیں تب بھی یہ اس لائق نہیں کہ اُن (حضور نبی اکرم ﷺ) کا نام لے سکیں،''کانے'' (سرکنڈے) کے قلم کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ ایک تو ترجمے میں ''نت'' (ہر روز یعنی ہمیشہ) کے لفظ کو چھوڑ کر پنجابی شعر کے مفہوم کی وہ بلند سطح اور منتہا کو ظاہر نہیں کیا جا سکا۔ دوسری بات یہ ہے کہ شاعر نے کہا ہے کہ ہر روز لاکھوں بار عطر گلاب سے دھونے کے باوجود زبانیں حضورﷺ کا نام لینے کے لائق نہیں، قلم کی کیا حیثیت ہے کہ انﷺ کا نام لکھے۔ ترجمہ نگار نے صرف قلم کی بے مائیگی کا ذکر کیا ہے حالانکہ شاعر نے قلم سے افضل زبان کو قرار دیا اور حضور ﷺ کی ذات کے سامنے اس کو بھی بے معنی اور بے اہمیت کہا غرض یہ کہ جو شعری حسن اور فنکاری اصل شعر میں ہے وہ ترجمے میں ظاہر نہیں ہو سکی۔

(۴) پنجابی متن: لکھیں خیر تساڈے لیندے، بن منگے بن لوڑے
دواں دُنی سبھو ہتھ تیرے کوئی نہ ٹھاکے ہوڑے
اُردو ترجمہ: لاکھ ہزار بھکاری تیرے در سے بھکشا پائیں
حاجت مند مرادیں اپنی بن مانگے لے جائیں۵؎

پنجابی متن میں ''دواں دنی'' سے مراد دین اور دُنیا ہے۔ اقبال صلاح الدین کے مرتبہ ایڈیشن میں ''دین دوان'' ہے جو زیادہ درست ہے۔ اب اس دوسرے مصرعے میں شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ دین اور دُنیا سب تیرے ہاتھ ہیں تو جو چاہے کرے تجھے کوئی بھی روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے (ٹھاکے ہوڑے: روکے ٹوکے) لیکن ترجمہ اس اصل مفہوم سے بالکل مختلف ہو گیا ہے۔

(۵) پنجابی متن: حضرت میراں شاہ مقیماں تیرا شان زیادہ
سوہنا سخی جدھے گھر جایا علی امیر شہزاد
اُردو ترجمہ: حضرت میراں شاہ مقیما تیرا شان زیادہ
سوہنا سخی، علی کے گھر کا، شہ رخ، شاہ لبادہ۶؎

اصل شعر کے دوسرے مصرعے میں شاعر نے حضرت میراں شاہ مقیم کے گھر پیدا ہونے والے صاحبزادے علی امیر کا ذکر کیا ہے جبکہ ترجمہ نگار نے اس سے یہ مراد لی ہے کہ حضرت مقیم، حضرت علیؑ کے گھرانے کے شہزادے ہیں۔

(۶) پنجابی متن: دمڑی والا لعل تساڈا، جس دی ہے منظوری
پاک جناب اونہاندی اندر مینوں کرو حضوری
اُردو ترجمہ: دمڑی والا لعل ہے آپ کا، گر ہووے منظوری
ان کی پاک جناب میں بندہ پائے اذن حضوری۷؎

شاعر نے حضرت میراں مقیم سے کہا ہے کہ دمڑی والا لعل (حضرت پیرے شاہ غازی آف کھڑی شریف، جن کو میاں محمد بخش اپنا ہادی اور مرشد کہتے تھے) آپ کے فیض یافتہ ہیں اور اب خود وہ منظور نظر ہیں یا خدا کے حضور ان کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ لہٰذا اب آپ مجھے ان کی پاک جناب میں پیش کیجیے۔ مطلب یہ کہ میاں محمد بخش کا فیض حضرت پیرے شاہ غازی کے پاس ہے اس لیے میاں صاحب ان کے مرشد حضرت میراں مقیم سے گزارش اور سفارش کر رہے ہیں کہ وہ انہیں پیرے شاہ غازی کے حضور پیش کریں یا ان کی سفارش کریں۔ ترجمے میں یہ مفہوم واضح نہیں ہو سکا بلکہ میراں مقیم سے یہ کہا گیا ہے کہ اگر وہ منظور کریں اور اجازت دیں تو شاعر دمڑی والے لعل کے حضور پیش ہو۔ غرض یہ کہ شاعر دمڑی والے لعل کی شرف باری یابی کے لیے میراں مقیم سے سفارش کروا رہے ہیں جبکہ ترجمہ نگار ان سے اجازت لے رہے فرق بہت معمولی ہے لیکن اس سے دمڑی والے لعل (مرشد میاں صاحب) کی فضیلت ترجمے میں ظاہر نہیں ہو سکی۔

(۷)　پنجابی متن:　سارنگیوں تک حال اساڈا خشک لکڑ کس کم دی
　　　وچوں بھگی باہروں ڈنگی کجی کچے چم دی

اُردو ترجمہ:　سارنگی کو دیکھو کتنی ٹیڑھی میڑھی لکڑی
　　　کوکھ سپاٹ خلائی یارو پکڑی یا نہ پکڑی [۸]

اس ترجمے میں اصل کی نسبت بہت سی خرابیاں ہیں۔ پہلے اس کے کچھ الفاظ کے معنی ملاحظہ ہوں۔ ''بھگی'' کے معنی ایسی لکڑی جس کے اندر نرم گودا ہوتا ہے اور وہ موٹی ہونے کے باوجود لکڑی کی مضبوطی میں کوئی مدد نہیں کرتی اس کے علاوہ اس لکڑی کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے جو آسانی سے اور بہت جلد ٹوٹ سکتی ہو بعض اوقات دیمک زدہ لکڑی کے لیے بھی یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ترجمہ نگار نے اس سے مراد ''خالی'' لیا ہے جو درست نہیں ہے۔ ''کجی'' کے معنی ہیں ''ڈھانپی'' اور ''چم'' کے معنی ہیں چمڑا۔ اب شاعر کی مراد اور مطلب ملاحظہ ہو وہ کہتے ہیں کہ سارنگی کو ''تک'' (دیکھ) کے، دیکھ کے ہمارے حال کا اندازہ لگا لے۔ تجھے پتا چل جائے گا کہ خشک لکڑی کی کیا حیثیت ہوتی ہے۔ یہ تو (یعنی شاعر) ایسی لکڑی ہے جو اندر سے بھگی یعنی نرم ہے، باہر سے ٹیڑھی ہے لیکن اس کو کچے چمڑے نے ڈھانپ رکھا ہے۔ یعنی اپنی کم مائیگی اور عاجزی کا اظہار ہے۔ اب اس پس منظر میں ترجمے کو دیکھیں تو وہ اس سے بہت مختلف ہے۔ ترجمے میں ''خشک لکڑ کس کم دی'' کو شامل ہی نہیں کیا گیا۔ پھر ''حال اساڈا'' سے مراد شاعر کا حال ہے۔ اسے بھی ترجمے میں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ دوسرے مصرعے میں ''بھگی'' سے مراد ''سپاٹ خلائی'' لیا ہے باقی دوسرے مصرعے کا ترجمہ بھی نہیں کیا گیا بلکہ اس کی جگہ '' پکڑی یا نہ پکڑی'' لکھا گیا ہے جو مفہوم کے لحاظ سے بھی اس شعر میں بے معنی اور مہمل لگتا ہے۔ اصل متن سے تو دور ہے ہی۔

(۸)　پنجابی متن:　روح درود گھنن سب جاسن آپو اپنے گھرنوں
　　　تیری روح محمد بخشا تکسی کہیڑے درنوں

اُردو ترجمہ:　روحوں کو سب لے جائیں گے اپنے اپنے گھر کو
　　　تیری روح محمد بخشا دیکھے گی کس در کو [۹]

شاعر کا یہ کہنا ہے کہ مرنے والوں کی روحیں درود وصول کرنے اپنے اپنے گھر کو جائیں گی۔ یہ ایک مذہبی متھ ہے

خصوصاً بریلویوں میں کہ مرنے کے بعد ہر مرنے والے کی روح ہر جمعرات کو اپنے اپنے گھر آتی ہے اسی لیے بیشتر لوگوں میں ہر جمعرات کو ''ختم دلوانے'' (خصوصاً بلکہ صرف اپنے خاندان کے مرنے والوں کے لیے یعنی کسی مذہبی شخصیت یا اولیا صوفیا کے علاوہ) کا رواج ہے کہ شام کے کھانے میں سے کچھ کھانا الگ کر کے اس پر فاتحہ اور دورد پڑھ کر اپنے مرنے والے کی روح کو بخشا جاتا ہے۔ پھر وہ کھانا خود کھا لیا جاتا ہے یا مسجد میں بھجوا دیا جاتا ہے بعض لوگ ''ختم'' گھر پر ہی پڑھتے ہیں بعض محلے کے مولوی صاحب کے گھر بھیج دیتے ہیں اور اپنے مرنے والوں کا نام پتا بھی بتا بھیجتے ہیں۔ یہ ذمے داری چونکہ مرنے والوں کے وارثوں نے نبھانی ہوتی ہے اور میاں محمد بخش کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی اس لیے وہ کہتے ہیں کہ روحیں درود ''گھنن'' (حاصل کرنے، وصول کرنے) اپنے اپنے گھر جائیں گی لیکن تیرا چونکہ کوئی وارث نہیں جو تیرے لیے درود پڑھے اس لیے تیری روح پھر کس گھر جائے گی۔ ترجمہ نگار نے اس کے برعکس یہ کر دیا کہ روحوں کو اپنے اپنے گھر لے جائیں گے۔ کون لے جائیں گے؟ اور کیوں لے جائیں گے؟ اور کیسے لے جائیں گے؟ اس بات کی کچھ وضاحت نہیں ہو سکی۔ اس لیے اصل حوالے کو ترجمہ نگار سمجھ ہی نہیں سکے۔

(۹) پنجابی متن: سدا سکھالے اوہو بھائی عشق جنہاں گھٹ آیا
مرہم پھٹ انہاں دے بھانے ہکو جہیا سکھایا

اُردو ترجمہ: سدا سکھی وہ لوگ جو حِصّہ عشق سے کم کم پائیں
مرہم تو مرہم ہے اُن کو زخم بھی راس آ جائیں ۱۰

پنجابی لفظ ''گھٹ'' کے عمومی معنی 'کم، تھوڑا' کے ہیں اور یہی معنی ترجمہ نگار نے لیے ہیں لیکن اس سے دوسرا مصرعہ بے معنی ہو جاتا ہے۔ اصل میں میاں محمد بخش یہاں سے ''اوصافِ عشق و عاشق'' کو بیان کرتے ہیں اور اس حصے کا یہ پہلا شعر ہے۔ اس سے اگلے اشعار میں بھی عشق کی اہمیت اور عاشق کی کیفیات کو بیان کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو اس پہلے شعر میں شاعر نے عشق کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ اور ''گھٹ'' لفظ جسم، بدن اور من کے معنوں میں استعمال ہوا۔ (تنویر بخاری نے ''گھٹ'' کے ایک معنی یہ بھی بیان کیے ہیں) بلکہ اگر یہی معنی مراد لیے جائیں تو دونوں مصرعوں کے مفہوم میں کوئی ربط اور معنویت پیدا ہوتی ہے۔ شاعر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کے دل میں عشق موجزن ہو وہ بڑی آسانی اور سہولت میں رہتے ہیں۔ ان کے لیے مرہم اور زخم برابر ہو جاتے ہیں۔ عشق کے بیان میں صوفی شعرا اس میں پیش آنے والی مشکلات کو بھی بیان کرتے ہیں اور اسے سب سے مشکل کام قرار دیتے ہیں اور یہ بات درست بھی ہے لیکن یہ کیفیت عشق کے ابتدائی مراحل میں ہوتی ہے۔ میاں محمد بخش عشق کی اس منزل کا ذکر کر رہے ہیں جہاں عاشق کو محبوب کی طرف سے ملنے والا ہر زخم عزیز ہوتا ہے اور ہر ستم پر پیار آتا ہے بلکہ وہ ان زخموں سے لذت حاصل کرتا ہے۔ عشق میں یہ فنا یا انتہا کی منزل ہے کہ جب اپنی حیثیت کچھ نہیں رہتی بس محبوب ہی محبوب ہوتا ہے وہ کسی بھی انداز سے یاد رکھ لے اسی کو غنیمت سمجھا جاتا ہے اس مفہوم کے برعکس اگر ترجمہ نگار کے بیان کردہ مفہوم کو دیکھیں تو وہ درست نہیں ہے اور دوسرے مصرعے سے اس کا تعلق نہیں بن پاتا یعنی تضاد بیانی پیدا ہو رہی ہے کہ پہلے کہا ہے کہ وہ سکھی رہتے ہیں جن کے حصے میں کم کم عشق آتا ہے پھر دوسرے مصرعے میں کہا ہے کہ ان کو زخم بھی راس آ جاتے ہیں۔ زخم صرف اس صورت راس آتے ہیں جب عشق نے مکمل غلبہ حاصل کر لیا ہو۔ ابتدائی منزل میں یا

عشق سے کم کم واقف ہونے پر تو زخم زخم ہی محسوس ہوتا ہے جس پر رونا دھونا بھی کیا جاتا ہے یہ وہ منزل نہیں جہاں زخم سلوانے سے لذت محسوس ہوتی ہے۔

(۱۰) پنجابی متن: ہک دلبرنوں دل وچ رکھن، سبھ خلقت توں نسن
ویدن وید نہ جانن بولے، کھول کے دارو دسن

اُردو ترجمہ: دُنیا سے کترائیں بھاگیں، اس درگاہ حضوری
اک آقا کے نوکر چاکر باقی سب سے دوری[۱۱]

ترجمہ شدہ یہ شعر الگ سے اپنے معنی اور مفہوم رکھتا ہے۔لیکن ترجمہ نگار پنجابی شعر کے مفہوم کو بیان نہیں کر سکے اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ دوسرے مصرعے کا متن درست نہیں ہے۔ترجمہ نگار کے درج کردہ متن کا دوسرا مصرع بے معنی اور مہمل ہو گیا ہے۔اقبال صلاح الدین کے مرتبہ ایڈیشن میں یہ مصرع یوں ہے:

ویدن وید نہ جانن مولے، کہو کہیہ دارو دسن[۱۲]

اس صورت میں پورا پنجابی شعر بھی بامعنی ہو جاتا ہے لیکن اب یہ درست متن شامل کر لینے سے ترجمہ اس کے مطابق نہیں رہتا۔

(۱۱) پنجابی متن: علمے کارن دُنیا اتے آون ہے انساناں
سمجھے علم وجود اپنے نوں، نہیں تاں وانگ حیواناں

اُردو ترجمہ: علم بغیر بشر، اس دہر کی کچھ اوقات نہ جانے
علم بغیر بشر نابینا، اپنی ذات نہ جانے[۱۳]

ترجمہ شدہ یہ شعر بھی الگ سے اپنی معنویت رکھتا ہے لیکن اصل متن سے موازنہ کرنے پر مایوسی ہوتی ہے کہ شاعر کی فکر کو اس انداز سے کسی صورت بھی بیان نہیں کیا جا سکا۔شاعر کہتا ہے کہ علم حاصل کرنے کے لیے انسانوں کو اس دُنیا میں بھیجا جاتا ہے۔اگر وہ یہ کام نہ کریں یعنی اپنے وجود کو علم سمجھ کر نہ پڑھیں (اپنی ذات کا عرفان حاصل نہ کریں) تو وہ حیوانوں کی طرح ہیں۔ترجمہ واضح صورت میں اصل کے مفہوم سے مختلف ہے۔لیکن اصل کی روح کو اپنے انداز میں بیان کر دیا ہے جس میں شعری حسن اور پابند ترجمے کی صورت پیدا نہیں ہو سکی۔

(۱۲) پنجابی متن: اندر عشق جلاندا جیونکر آتش سکیاں پتیاں

اُردو ترجمہ: دل میں سوکھے پتے رکھے، عشق کی آگ جلانے[۱۴]

ترجمہ اصل کے تقریباً برعکس ہو گیا ہے۔اصل میں شاعر یہ کہہ رہے ہیں کہ عشق اندر کو اس طرح جلاتا ہے جیسے آگ سوکھے پتوں کو جلاتی ہے۔اس کے برعکس ترجمہ نگار یہ بتا رہے ہیں کہ دل میں سوکھے پتے رکھے ہیں اس لیے کہ ان سے عشق کی آگ کو جلایا جا سکے۔اصل میں عشق فاعل ہے اور اندر (دل) مفعول ہے اور تشبیہہ (آتش) نے حسن اور اثر پیدا کر دیا ہے۔جبکہ ترجمے میں دل فاعل اور عشق مفعول ہو گیا ہے اور تشبیہ بھی ظاہر نہیں ہو سکی۔

ضمیر جعفری کے اس ترجمے میں سے مندرجہ بالا نوعیت کی مثالوں کے علاوہ ایک بڑی تعداد میں ایسی مثالیں بھی مل

جاتی ہیں جہاں اصل متن کے مکمل مفہوم کو ادا نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ضمیر جعفری تمام ترجمہ نگاروں میں سے واحد ہیں جن کے ہاں نامکمل ترجمے کی مثالیں دوسروں کی نسبت زیادہ ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ پابند ترجمہ کرتے ہوئے بھی متن کے مکمل مفہوم کو ادا کرنا انہوں نے ضروری خیال نہیں کیا۔

اب ضمیر جعفری کے ترجمے میں سے ایسی مثالیں ملاحظہ ہوں جہاں ترجمے میں اصل کی نسبت کچھ اجزا کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا اور اس صورت میں نامکمل ترجمہ سامنے آتا ہے:

(۱)　پنجابی متن:　قدرت تھیں جس باغ بنائے جگ سنسار تمامی
رنگ برنگے بوٹے لائے، کجھ خاصی کجھ عامی

اُردو ترجمہ:　روئے زمین پر اس کی قدرت گل گلزار سجائے
رنگ برنگے پھول کھلائے، پیڑ درخت اگائے ۱۵

اصل متن میں ''کجھ خاصی کجھ عامی'' اس شعر کی روح ہے ترجمے میں اس کے مفہوم کو نہیں لایا جا سکا۔

(۲)　پنجابی متن:　سینہ سرالٰہی بھریا، متھا چن اسمانی
چشماں شرم حیاوں تریاں، روشن دو ہیں جہانوں

اُردو ترجمہ:　سینہ مخزن سرالٰہی، روشن خوش پیشانی
آنکھیں شرم و حیا سے بھریاں، مستانی، نورانی ۱۶

اصل متن کے پہلے مصرعے میں پیشانی کو چاند سے تشبیہ دی ہے۔ جو ترجمے میں نہیں آ سکی۔ دوسرے مصرعے میں سے ''روشن دو ہیں جہانی'' کا ترجمہ نہیں ہو سکا (قافیہ ''جہانی'' ہی ہے جو شاید کتابت کی غلطی کی وجہ سے ''جہانوں'' بن گیا ہے)۔

(۳)　پنجابی متن:　بہتی ہے تعریف حسن دی، ہاسی بری شکل دی
نالے درد وچھوڑے بھتے، نالے خوشی وصل دی

اُردو ترجمہ:　حسن کی مدحت، عشق کی عظمت چن چہروں کے ہالے
میل ملاپ کے میٹھے نغمے دردفراق کے نالے ۱۷

یہاں پہلے مصرعے میں ''ہاسی بری شکل دی'' کو ترجمے میں نہیں لیا جا سکا اور اس کی جگہ ''عشق کی عظمت چن چہروں کے ہالے'' ایک طرح سے اضافی ہو گیا ہے۔

(۴)　پنجابی متن:　عیبوں پاک خداوند آپوں، کون کسے نوں آکھے
کاہنوں گل کسے دی کرنی میں بھی شاعر بھاکھے

اُردو ترجمہ:　عیب سے پاک اک ذات خدا کی انسانوں میں خاصی
میرے بیتے میں شاعر سارے، نامی اور گرامی ۱۸

ترجمہ اصل سے بہت دور جا پڑا ہے۔ پہلے مصرعے کے آخری حصہ ''کون کسے نوں آکھے'' اور دوسرا مکمل مصرع ترجمے میں نہیں آ سکا اور اس ڈیڑھ مصرعے کی جگہ ترجمہ نگار نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے جو متن کے مفہوم کے قریب بھی

نہیں پھٹکتا۔

(۵) پنجابی متن: تھوڑی بہتی تہمت کولوں کون کوئی بچ رہندا
پر میں آپوں او گنہارا دوسریاں نہیں کہندا

اُردو ترجمہ: کسر کمی تھوڑی تھوڑی سے کون کوئی ہے خالی
جو اپنے کو کامل سمجھے اس کی خام خیالی [۱۹]

ترجمہ شدہ شعر الگ سے پڑھا جائے تو بامعنی اور بہت عمدہ ہے لیکن اصل متن کا مفہوم ادا نہیں ہو سکا۔ خصوصاً دوسرے مصرعے کو ترجمے میں نہیں لیا جا سکا اور اس کی جگہ اپنی طرف سے بھرتی کر دی گئی ہے۔

(۶) پنجابی متن: میں شوہدا تے خاک رُلیساں جھل ہجر دی کانی
اُردو ترجمہ: مر کر مٹی ہو جائے گا میرا یہ تن فانی [۲۰]

اس مصرعے کے پہلے حصے ''شوہدا'' اور آخری حصے ''جھل ہجر دی کانی'' کو ترجمے میں نہیں لیا جا سکا۔

(۷) پنجابی متن: رکھ امید سجن دے دردی کٹن جو، بن آئی
اُردو ترجمہ: بڑھ کر جھیلی، ہنس کر کاٹی جو مشکل بھی آئی [۲۱]

اس مصرعے میں سے ''رکھ امید سجن دے دردی'' کو ترجمے میں شامل نہیں کیا جا سکا۔

(۸) پنجابی متن: شہر اجاڑ ڈھونڈیندے وتدے، دلبر وچ بغل دے
اُردو ترجمہ: شہر اجاڑ میں ڈھونڈھیں دلبر، اپنا یوسف ثانی [۲۲]

تصوف میں یہ مضمون بہت معروف ہے کہ خدا گھر/ دل میں ہے لیکن لوگ اسے باہر ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ ترجمے میں مصرعے کے آخری حصے ''دلبر وچ بغل دے'' کو شامل نہیں کیا جا سکا۔

(۹) پنجابی متن: فجرے او گنہار کہاون، ہر تھیں نیویں ہوندے
اُردو ترجمہ: دن کو او گنہار نمانے، ان کی بھی کیا باتاں [۲۳]

شاعر نے شعر میں عشاق کی ایک خصوصیت بیان کرتے ہوئے پہلے مصرعے میں کہا تھا کہ عاشق رات کو رو رو کر عبادت کرتے ہیں اور اس دوسرے مصرعے میں کہا ہے کہ دن کو گناہ گار کہہ کر ہر ایک کے سامنے اپنی کمتری ظاہر کرتے ہیں یعنی ملامتی انداز میں رہتے ہیں۔ ترجمے میں ''ہر تھیں نیویں ہوندے'' کو ظاہر کرنے کی بجائے اس کو ''ان کی بھی کیا باتاں'' کہہ دیا گیا ہے۔ یعنی مصرعے کے ایک جزو کو چھوڑ کر اس کی جگہ اپنی طرف سے اضافی ترجمہ کر دیا ہے۔

(۱۰) پنجابی متن: مٹھی چھاں، اتے پھل والے، وانگ انجیر انگوراں
ناں بے فیض اساڈے وانگوں، کوڑے متھے گھوراں

اُردو ترجمہ: میٹھے ثمر گھنیری چھاوں، رنگت خوش انگوری
فیض آثار کھلی پیشانی، روشن رخشاں نوری [۲۴]

اصل متن کے دوسرے مکمل مصرعے کے مفہوم کو ترجمے میں نہیں لیا جا سکا بلکہ ترجمہ شدہ پورا شعر پنجابی متن کے صرف

پہلے مصرعے کا ترجمہ ہے۔

(۱۱) پنجابی متن: جان کندن دی تلخی ڈاہڈی، سن گلاں تن کنبے
پک کتابیں قبراں اگے، دوزخ بھاہ النبے

اُردو ترجمہ: جان کا جانا سہل نہیں ہے، تلخی زہر اتارے
آگے آگ الاؤ شعلے، دوزخ کے انگارے ۲۵

اصل پنجابی شعر کے پہلے مصرعے کے آخری حصے ''سن گلاں تن کنبے'' کو ترجمے میں نہیں لیا گیا اور دوسرے مصرعے میں ''پک کتابیں قبراں اگے'' کو بھی شامل نہیں کیا جا سکا۔ اس دوسرے مصرعے میں لفظ ''قبراں'' بے جوڑ اور بے معنی سا ہے اقبال صلاح الدین کے مرتبہ ایڈیشن کے مطابق یہاں ''خبراں'' ہے جو زیادہ بامعنی نظر آتا ہے۔

اب کچھ ایسی مثالیں ملاحظہ ہوں جہاں وضاحت کے بغیر ترجمہ میں اسقام کی نشاندہی کی گئی ہے کہ یا تو ان الفاظ کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے یا یہ ہے کہ ترجمہ اضافی کر دیا ہے اور کہیں ایسی صورت بھی رہی کہ ترجمہ مبہم یا مہمل بن کر رہ گیا ہے۔

(۱) پنجابی متن: بادشہاں تھیں بھیک منگاوے، تخت بہاوے گھاہی
کجھ پرواہ نہیں گھر اس دے، دائم بے پرواہی

اُردو ترجمہ: بادشہوں سے بھیک منگائے، درماندوں کو شاہی
اپنی حکمت خود وہ جانے بے پرواہ الٰہی ۲۶

(۲) پنجابی متن: آپ یتیم، یتیماں تائیں ہتھ سرے پر دھردا

اُردو ترجمہ: ہاتھ یتیموں کے سر رکھے، اس کا فضل تمامی ۲۷

(۳) پنجابی متن: جانی دشمن دوست بناوے جو دکھی سو مسدے

اُردو ترجمہ: جانی دشمن، زہری ویری، دوست رفیق مثالی ۲۸

(۴) پنجابی متن: اوس صراف اگے جو تردا، سود خزانے پاندا

اُردو ترجمہ: جو موتی صراف کو بھائے وہ موتی دردانہ ۲۹

(۵) پنجابی متن: جس جائی وچ مطلب ہووے مرد پچھاون کھلیاں

اُردو ترجمہ: اس کے پاس آئے کوئی حاجت مند سوالی ۳۰

(۶) پنجابی متن: بے پیڑے تھیں شعر نہ ہوندا اگ بن دھواں نہ دھکھے

اُردو ترجمہ: آگ نہ ہو تو دھواں نہ اُٹھے، شکر سے شیرینی ۳۱

(۷) پنجابی متن: کس نوں دردا اساڈا ہوسی روگ نہ رنڈی ورنوں

اُردو ترجمہ: کس کو درد ہمارا ہوگا کون یہ غم کھائے گا ۳۲

(۸) پنجابی متن: رات دہاں گل لایا جانی ہک دم جدا نہ ہوندے

اُردو ترجمہ: دن کو چین قرار نہ آئے، شب کو کم کم سوئیں ۳۳

(۹)　پنجابی متن:　کجھ پرواہ دریا دے ہک قطرے شبنم دی
اُردو ترجمہ:　دریاوں کی جھاگ میں جیسے بوند گرے شبنم کی۳۴

(۱۰)　پنجابی متن:　چارے طاق محل سجایا انبر تے سر طاقاں
ہر طاقے وچ سوہنے کھیڈن الفت نال اتفاقاں
اُردو ترجمہ:　محل کے اندر چار کوٹ میں جشن چراغ جلائے
خوشیاں ناچیں نغمے گونجے عشرت کے پیرائے۳۵

ضمیر جعفری کے اس ترجمے میں مندرجہ بالا مختلف نوعیت کی اور بھی متعدد مثالیں مل جاتی ہیں۔ لیکن دوسرے ترجمہ نگاروں کی نسبت ان کے ترجمے میں جو ایک خاص بات نظر آتی ہے کہ ان کے ہاں غلط ترجمے کی مثالیں کم ہیں اور نامکمل ترجمے کی مثالیں جگہ جگہ مل جاتی ہیں۔ اصل کی نسبت ترجمے میں اپنی طرف سے اضافہ کر دینا اصل میں سے کچھ الفاظ کا ترجمہ چھوڑ دینا یہ مسئلہ ضمیر جعفری کے ترجمے میں بہت نمایاں ہے۔ اس سے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اصل متن کو سمجھ نہ سکنے کی وجہ سے اس کا ترجمہ چھوڑ دیتے ہیں اور اپنی طرف سے اضافہ کر دیتے ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں کوئی بہت زیادہ محنت و ریاضت کا ثبوت نہیں دیا بلکہ بعض جگہ جب مسلسل ایسے مصرعے کے مصرعے آتے چلے جائیں جو درج ہونے کے باوجود ترجمے میں نہیں آئے تو گمان ہوتا ہے کہ وہ اس عمل کو جائز سمجھتے ہیں کہ اگر اصل متن شاعر کا ترجمہ نہیں ہو پا رہا تو اسے نظر انداز کر کے اس سے ملتا جلتا مفہوم اپنی طرف سے اضافہ کر دیا جائے۔ منظوم ترجمے کی اپنی مشکلات ہوتی ہیں اور باوجود کوشش کے بھی اکثر ترجمہ نگار ان سے بہ آسانی نہیں بچ سکتے ہیں۔ ان مشکلات کا ضمیر جعفری کو بھی اندازہ تھا اور انہوں نے اپنے اس ترجمے کے بارے میں یہ اظہار بھی کیا ہے:

> ’’ترجمہ: میں کچھ نہیں کہہ سکتا، کوشش آپ کے سامنے ہے۔ بجز تشنگی اور نارسائی، کوئی احساس دل میں نہیں رکھتا۔ اگر اصل ابیات کے سوز و گداز اور معنویت کی چاندنی کا ہلکا سا عکس بھی میرے ترجمے میں اُتر سکا ہے تو میں اسے قدرت کی فیاضی کا انعام سمجھوں گا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنوار دیتا ہے۔ ترجمے میں اپنے ذہن کی نارسائی اور بالخصوص حضرت کے صوفیانہ معارف کی تفہیم کے ضمن اپنی بے بضاعتی اور سہو کے خیال سے بھی اکثر کانپ کانپ اُٹھا۔‘‘۳۶

ضمیر جعفری کے ترجمے میں جہاں غلط یا کمزور اور نامکمل ترجمے کی مثالیں ملتی ہیں وہاں ان کے ترجمے سے کامیاب ترجمے کی مثالیں بھی نمونے کے طور پر ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں جہاں ترجمہ نگار بڑی سہولت سے میاں محمد بخش کے افکار و نظریات کو اسی آہنگ، شعری حسن اور لہجے کی تاثیر کے ساتھ بیان کرنے میں کامیاب رہے اور اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اُنہوں نے زیادہ تر متن کے قریب ترین منظوم ترجمہ کی بعض لاجواب اور لازوال مثالیں پیش کی ہیں جن کو پڑھ کر میاں صاحب کے کلام کی دلآویزی و رعنائی، تاثیر و شرینی ہو بہو محسوس ہوتی ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱)　پنجابی متن:　رحمت دا مینہ پا خدایا باغ سکا کر ہریا
بوٹا آس امید مری دا کر دے میوے بھریا

اُردو ترجمہ: یا ربّ کر اس سوکھے باغ کو ابر کرم سے ہریا
آس امید کا بوٹا بوٹا کر دے ''میوہ بھریا'' ۳۷

(۲) پنجابی متن: میٹھا میوہ بخش اجہیا قدرت دی گھت شیری
جو کھاوے روگ اس دا جاوے دور ہووے دلگیری

اُردو ترجمہ: سخن ثمر میں لطف ترے سے وہ شیرینی آوے
جو کھاوے اس میٹھے پھل کو روگ کپٹ مٹ جاوے ۳۸

(۳) پنجابی متن: دانشمند وسنو تمامی عرض فقیر کریندا
آپو چنگا جے کوئی ہووے ہرنوں بھلا تکیندا

اُردو ترجمہ: عرض فقیر کی دھیان سے سن لیں دانشمند سیانے
جس کی اپنی سیرت اچھی کسی کو برا نہ جانے ۳۹

(۴) پنجابی متن: جس نوں عشق کسے دا ہووے تس دے عیب نہ دسدے
سجناں دے جو عاشق بندے عیب نہ ڈھونڈھن اس دے

اُردو ترجمہ: عاشق کب محبوب کے اوگن دیکھیں، عیب نکالیں
شعر وسخن کے عاشق بھی اسقام پر پردہ ڈالیں ۴۰

(۵) پنجابی متن: دُنیا دی ہر مشکل تائیں دولت کرے آسانی
ڈاہڈے قفل اتارے، ایہہ بھی کنجی ہے رحمانی

اُردو ترجمہ: دولت سے ہو دُنیا کی ہر مشکل میں آسانی
بھاری قفل اُتارے، یہ بھی کنجی ہے رحمانی ۴۱

(۶) پنجابی متن: صبر کریں تاں اجر ملے گا آئی خبر کتابوں
صبر اُتارے قفل محمد ہر ہر مشکل بابوں

اُردو ترجمہ: صبر کرو تو اجر ملے، یہ خبر کتاب بتائے
صبر اُتارے قفل محمد مشکل کو نمٹائے ۴۲

(۷) پنجابی متن: لوہا پتھر مقناطیسے اُٹھ مل دا کر دُھائی
موتی ہیرے ویکھ نہ اٹھدا قیمت رنگ صفائی

اُردو ترجمہ: مقناطیس کو دیکھو وہ لوہے کا دل گدرائے
موتی ہیرے، لعل جواہر کو کب پاس بلائے ۴۳

(۸) پنجابی متن: سدا نہ باغیں بلبل بولے، سدا نہ باغ بہاراں
سدا نہ حسن جوانی قائم، سدا نہ صحبت یاراں

اُردو ترجمہ: سدا نہ باغ میں بلبل بولے، سدا نہ باغ بہاراں
سدا نہ حسن جوانی قائم، سدا نہ صحبت یاراں۴۴

(۹) پنجابی متن: چانن تیرا رات اندھیاروں کردا خوب اُجالے
فتحا مند تیرے تھیں ہوندے طالع دولت والے

اُردو ترجمہ: تیری ضو، اندھیاری رات میں بھر دے روپ اُجالا
تیرے نام سے نصرت پائے، اچھی قسمت والا ۴۵

(۱۰) پنجابی متن: وارث شاہ سخن دا وارث نندے کون اونہاں نوں
حرف اوہدے تے انگل دھرنی نہیں قدر اسانوں

اُردو ترجمہ: وارث شاہ سخن کا وارث محکم صنعت کاری
اس کے حرف پر انگلی رکھیں، کب یہ تاب ہماری ۴۶

(۱۱) پنجابی متن: قصے ہور کسے دے اندر درد اپنے کُجھ ہوون
بن پیڑاں تاثیراں ناہیں، بے پیڑے کد روؤن

اُردو ترجمہ: قصہ جس کسی کا ہو اس میں درد اپنا گدرائے
درد نہ ہو جب دل میں کیسے آنکھ میں آنسو آئے ۴۷

(۱۲) پنجابی متن: ہر مقدم تے پٹواری دفتریاں، دیواناں
قدر بہ قدر سب نے آندا، شکرانہ، نذراناں

اُردو ترجمہ: ہر مقدم عامل، افسر، سَر دفتر پٹواری
درجہ درجہ، قدر بہ قدرے، سب نے نذر گُزاری ۴۸

(۱۳) پنجابی متن: مُنہ کالا شرمندہ عاصی کی تیرے در آواں
مُجرم تھیں جا محرم کرنا، تیراں فضل سچاواں

اُردو ترجمہ: میں مُنہ کالا، شرمندہ کب لائق اُس گھر، در کے
تیرا فضل اگر ہو، تو مجرم کو محرم کر دے ۴۹

(۱۴) پنجابی متن: ہر بیتے وچ رَمز فقر دی، جے تدھ سمجھ اندر دی
گل سنا محمد بخشا عاشق تے دِلبر دی

اُردو ترجمہ: ہر ہر بیت اک نکتہ فقر کا، گہری رَمز اندر دی
اسی طریق محمد بخشا، کتھا سُنا دِلبر کی ۵۰

(۱۵) پنجابی متن: کردا نبی کفارّاں وچوں سر پر تاج ٹکا کے
مَلکاں تھیں شیطاں بنائے، طوق گلے وچ پا کے

اُردو ترجمہ: نبی کرے کفّار سے پیدا، سَر پہ تاج ٹکائے
طوق گلے میں ڈال فرشتے کو ابلیس بنائے ۵۱

(۱۶) پنجابی متن: ڈِٹھے باجھ پریت لگائی، ہو گیا جس ہونا
ہسّن کھیڈن یاد نہ مینوں، پیا عمر دا رونا

اُردو ترجمہ: دید بغیر پریت لگائی ہو گیا جو تھا ہونا
خواب ہوا وہ سَہنا رَسنا، جیون بھر کا رونا ۵۲

(۱۷) پنجابی متن: سورج دی اَشنائیوں کی کجھ لدّھا نیلوفرنوں
اُڈا ڈموئی چکور، محمد، سار نہ یار قمرنوں

اُردو ترجمہ: نیلوفر نے سورج کی چاہت سے کیا شے پائی
اُڑ اُڑ مری چکور، محمد، چاند بڑا ہر جائی ۵۳

(۱۸) پنجابی متن: بے قدراں دی یاری کولوں کِدن کِسے پھل پایا
کیکر تے انگور چڑھایا ہر گچھا زخمایا

اُردو ترجمہ: بے قدروں کی یاری کبکن نے کچھ پھل پایا
کیکر پر انگور چڑھایا، ہر خوشہ زخمایا ۵۴

(۱۹) پنجابی متن: پینگھاں بہت ہولارے چڑھیاں ترٹ زمین تے جھڑیاں
کڑیاں پھر نہ مُڑیاں پیکے ساہوریاں چھک کھڑیاں

اُردو ترجمہ: پینگیں اوج عروج پہ جا کے ٹوٹ زمین پر آئیں
میکے واپسی کب آئیں جب کڑیاں بیاہی جائیں ۵۵

میاں محمد بخش کے کلام کے منظوم اُردو ترجمہ نگاروں میں ضمیر جعفری کی خدمات کو سراہنا پڑتا ہے کہ باوجود اختلافات کے انہوں نے میاں محمد بخش کے کلام سے اُردو خواں طبقے کو روشناس کرانے کی کوشش کی ہے۔ باریک بینی سے مطالعہ کرنے پر تو بہت سی محل نظر باتیں سامنے آ جاتی ہیں جو منظوم اُردو ترجمے کا لازمی حصہ بنی رہتی ہیں لیکن مجموعی طور پر میاں صاحب کے افکار و نظریات کو بہت مناسب انداز سے ایک خاص تاثر اور صوتی آہنگ کے ساتھ بیان کرنے میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔ ضمیر جعفری کے ترجمے میں اصل متن کو نہ سمجھ سکنے والی غلطیاں تو کم ہیں لیکن ان کے ہاں اصل متن کے کچھ اجزا کو چھوڑ دینے کی مثالیں زیادہ ملتی ہیں۔ اس کے باوجود وہ بھی میاں صاحب کی فکر کو کسی نہ کسی انداز میں بیان کر دیتے ہیں۔ قابل قدر بات یہ ہے کہ انہوں نے میاں محمد بخش کے کلام کا منظوم اُردو ترجمہ کر کے قارئین کا حلقہ بڑھایا ہے اور ان کے افکار و نظریات کو عام کرنے میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ ضمیر جعفری، سید، من میلہ: میاں محمد بخشؒ کے کلام کا اُردو ترجمہ، اسلام آباد: لوک ورثہ اشاعت گھر، ص: ۱۸

۲۔ اقبال صلاح الدین (مرتب)، سیف الملوک: میاں محمد بخش، لاہور: عزیز پبلشرز، ۱۹۸۴ء، ص: ۲۲
ضمیر جعفری، سید، من میلہ، ص: ۲۳

۳۔ اقبال صلاح الدین، سیف الملوک، ص: ۲۲، ضمیر جعفری، من میلہ، ص: ۲۳

۴۔ ایضاً، ص: ۳۴　ایضاً، ص: ۳۵

۵۔ ایضاً، ص: ۴۸　ایضاً، ص: ۴۹

۶۔ ایضاً، ص: ۵۲　ایضاً، ص: ۵۳

۷۔ ایضاً، ص: ۵۲　ایضاً، ص: ۵۳

۸۔ ایضاً، ص: ۹۶　ایضاً، ص: ۹۷

۹۔ ایضاً، ص: ۱۰۸　ایضاً، ص: ۱۰۹

۱۰۔ ایضاً، ص: ۱۱۲　ایضاً، ص: ۱۱۳

۱۱۔ ایضاً، ص: ۱۱۴　ایضاً، ص: ۱۱۵

۱۲۔ اقبال صلاح الدین، سیف الملوک: میاں محمد بخش، عزیز پبلشرز، ۱۹۸۴ء، ص: ۳۳

۱۳۔ اقبال صلاح الدین، سیف الملوک، ص: ۱۶۴، ضمیر جعفری، من میلہ، ص: ۱۶۵

۱۴۔ ایضاً، ص: ۱۷۸　ایضاً، ص: ۱۷۹

۱۵۔ ایضاً، ص: ۲۶　ایضاً، ص: ۲۷

۱۶۔ ایضاً، ص: ۶۲　ایضاً، ص: ۶۳

۱۷۔ ایضاً، ص: ۸۲　ایضاً، ص: ۸۳

۱۸۔ ایضاً، ص: ۱۰۰　ایضاً، ص: ۱۰۱

۱۹۔ ایضاً، ص: ۱۰۰　ایضاً، ص: ۱۰۱

۲۰۔ ایضاً، ص: ۱۰۴　ایضاً، ص: ۱۰۵

۲۱۔ ایضاً، ص:۱۱۲ ایضاً، ص:۱۱۳
۲۲۔ ایضاً، ص:۱۱۴ ایضاً، ص: ۱۱۵
۲۳۔ ایضاً، ص:۱۱۴ ایضاً، ص: ۱۱۵
۲۴۔ ایضاً، ص: ۱۲۰ ایضاً، ص:۱۲۱
۲۵۔ ایضاً، ص:۶۲ ایضاً، ص:۶۳
۲۶۔ ایضاً، ص: ۲۸ ایضاً، ص: ۲۹
۲۷۔ ایضاً، ص: ۳۴ ایضاً، ص: ۳۵
۲۸۔ ایضاً، ص: ۵۸ ایضاً، ص: ۵۹
۲۹۔ ایضاً، ص: ۶۸ ایضاً، ص: ۶۹
۳۰۔ ایضاً، ص: ۷۶ ایضاً، ص: ۷۷
۳۱۔ ایضاً، ص: ۸۸ ایضاً، ص: ۸۹
۳۲۔ ایضاً، ص: ۱۰۸ ایضاً، ص: ۱۰۹
۳۳۔ ایضاً، ص:۱۱۴ ایضاً، ص: ۱۱۵
۳۴۔ ایضاً، ص: ۱۲۶ ایضاً، ص: ۱۲۷
۳۵۔ ایضاً، ص: ۱۵۶ ایضاً، ص: ۱۵۷
۳۶۔ ضمیر جعفری، سید، من میلہ، ص: ۱۸
۳۷۔ اقبال صلاح الدین، سیف الملوک، ص: ۲۰، ضمیر جعفری، من میلہ، ص: ۲۱
۳۸۔ ایضاً، ص: ۲۰ ایضاً، ص: ۲۱
۳۹۔ ایضاً، ص: ۱۰۰ ایضاً، ص: ۱۰۱
۴۰۔ ایضاً، ص: ۱۰۲ ایضاً، ص: ۱۰۳
۴۱۔ ایضاً، ص: ۱۷۲ ایضاً، ص: ۱۷۳
۴۲۔ ایضاً، ص: ۱۷۲ ایضاً، ص: ۱۷۳
۴۳۔ ایضاً، ص: ۲۱۴ ایضاً، ص: ۲۱۵
۴۴۔ ایضاً، ص: ۳۲۶ ایضاً، ص: ۳۲۷

۴۵۔ ایضاً، ص:۳۹۲ ایضاً، ص:۳۹۳

۴۶۔ ایضاً، ص:۴۳۲ ایضاً، ص:۴۳۳

۴۷۔ ایضاً، ص:۸۶ ایضاً، ص:۸۷

۴۸۔ ایضاً، ص:۱۶۰ ایضاً، ص:۱۶۱

۴۹۔ ایضاً، ص:۲۷۲ ایضاً، ص:۲۷۳

۵۰۔ ایضاً، ص:۲۹۰ ایضاً، ص:۲۹۱

۵۱۔ ایضاً، ص:۳۰۶ ایضاً، ص:۳۰۷

۵۲۔ ایضاً، ص:۳۳۶ ایضاً، ص:۳۳۷

۵۳۔ ایضاً، ص:۳۳۹ ایضاً، ص:۳۳۸

۵۴۔ ایضاً، ص:۳۳۹ ایضاً، ص:۳۳۸

۵۵۔ ایضاً، ص:۴۲۰ ایضاً، ص:۴۲۱